علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

سہ ماہی

بابِ دُعا

Online Magazine & Books

اپریل
2024

شمارہ نمبر 68

مدیرہ
دعا علی

duaali.poet@gmail.com
www.duaalipoetry.com

DUA ALI POETRY
DUA ALI POETRY

سہ ماہی
بابِ دُعا
آن لائن میگزین اینڈ بکس

شمارہ نمبر 68 اپریل 2024

علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

آن لائن کتابوں کی فہرست

مدیرہ:

شمارہ نمبر68اپریل2024

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

آن لائن میگزین اینڈ بکس

مدیرہ:

شمارہ نمبر 68 اپریل 2024

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

مجلسِ مشاورت

سعد اللہ شاہ ،نوید سروش

شاہین زیدی

طارق تاسی

شفقت رسول قمر

سید عارف سعید بخاری

رشید احمد نعیم

عزیز عادل، سر دار محمد شمیم

اشفاق رانا، انجم جاوید

ثاقب تبسم ثاقب،

حبیب الرحمٰن حبیب،

امین اوڈیر ائی، اکرم عزم

نصرت یاب نصرت

مدیرہ:

فہرست

مدیرہ:

غزل (سعد اللہ شاہ)

ملیں ہم کبھی تو ایسے، کہ حجاب بھول جائے
میں سوال بھول جاؤں، تُو جواب بھول جائے

تُو کسی خیال میں ہو اور اُسی خیال میں ہی
کبھی میرے راستے میں، تُو گلاب بھول جائے

کبھی تو جو پڑھنے بیٹھے، مجھے حرف حرف دیکھے
تیری آنکھیں بھیگ جائیں، تُو کتاب بھول جائے

تیرے ذہن پر ہو حاوی، میری سوچ اس طرح سے
کہ تُو اپنی زندگی کا، یہ نصاب بھول جائے

تُو جو دیکھے میری جانب، تو بچوں میں اک گنہ سے
تجھے دیکھ لوں میں اتنا کہ شراب بھول جائے

مجھے غم بھی دے رہا ہے، مگر اُس پہ چاہتا ہے
میں حساب رکھ نہ پاؤں، تو حساب بھول جائے

مجھے سعد جاتے جاتے فقط اتنا کہہ گیا وہ
جسے دے دکھائی اچھا، وہ خراب بھول جائے

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (عزیز عادل)

صدا و ساز کا جہاں بنا کے دیکھتے ہیں ہم
نئی غزل کا قافیہ اٹھا کے دیکھتے ہیں ہم

وہ جن کی مدتوں سے آئی کوئی بھی خبر نہیں
انھیں کنارِ دشتِ جاں میں جا کے دیکھتے ہیں ہم

قیام دل کے فیض سے ہیں ایک دل میں کر چکے
نظر جو اب رقیب سے ملا کے دیکھتے ہیں ہم

ہیں قریہ قریہ دھوپ میں جھلس گئے تو کیا ہوا
صعوبتوں کو زیست کی ہرا کے دیکھتے ہیں ہم

کسی پہ حالتِ دل تباہ کھل نہیں سکے
نظر زمین سے نہ یوں اٹھا کے دیکھتے ہیں ہم

مزاج آشنائیوں کی فرصتیں نہ لاؤ تم
کرم نوازیوں کو اب گرا کے دیکھتے ہیں ہم

بلند موج کو صدا ہے آ کے ناؤ گھیر لے
کہ حوصلے ذرا سے ناخدا کے دیکھتے ہیں ہم

عداوتوں کی ظلمتوں میں رہ لیا بہت عزیزؔ
محبتوں کے دیپ اب جلا کے دیکھتے ہیں ہم

☆☆☆

مدیرہ:

شمارہ نمبر 68 اپریل 2024

علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

آن لائن میگزین اینڈ بکس

غزل (طارق تاسی)

شق ہوا ہے سینۂ افلاک سینا ہے مجھے
آ کہیں سے اے دھنک، درکار زینہ ہے مجھے

کوچۂ جاناں میں جاں جانے کا اندیشہ بھی ہے
اور اکساتا مسلسل دل کمینہ ہے مجھے

لے کے آیا ہے وہ زہرِ زندگی کس ناز سے
جراتِ انکار کب ہے اور جینا ہے مجھے

میر و مرزا سے ہیں قلبی سی قرابت داریاں
شعر گوئی کا جو حاصل ہہ قرینہ ہے مجھے

سامنے ہے اک طلاطم خیز دریا دور تک
پر دیا کاغذ سے بھی نازک سفینہ ہے مجھے

کب تلک اس دھوپ کے جنگل میں تیری جستجو
کب تلک تاسی بہانا خوں پسینہ ہے مجھے

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (انجم جاوید)

ملال رکھنے سے دل میں ملال چبھتا ہے
کہیں پہ ہو وہ اسی کا خیال چبھتا ہے

وفا کرو گے کہ تم بھول جاؤ گے مجھ کو
کسی نگاہ میں پنہاں سوال چبھتا ہے

تمہارے چہرے کی مہتابیت بجا ہے مگر
ہو دل پہ میل تو عکس جمال چبھتا ہے

بہت عزیز ہے شیشے کی آبرو مجھ کو
اسی خیال سے آنکھوں میں بال چبھتا ہے

پڑاؤ دیکھ کے خانہ بدوش لوگوں کا
ہوا کے دل میں دیوں کا جمال چبھتا ہے

میں خود پہ ناز کروں مور بن کہ رقص کروں
پر اپنے پاؤں کا دل میں خیال چبھتا ہے

تعلقات برائے مفاد ہوں انجم
تو دل میں سود و زیاں کا خیال چبھتا ہے

☆☆☆

غزل (شجاعت علی راہی)

عمر بڑھتی ہے تو کچھ اور بھی گھٹ جاتی ہے
جتنا پھیلائیں اسے، اور سمٹ جاتی ہے

جس سمے کونج بچھڑ جاتی ہے ہم سے کوئی
اُسی لمحے کوئی شریان سی کٹ جاتی ہے

یہ زمیں جس پہ کھڑے ہیں یہ فلک بوس شجر
زرد پتّوں سے یہ پت جھڑ ہو تو پٹ جاتی ہے

فصلِ غم آتے ہی ہو جاتی ہیں پُرنم آنکھیں
بوندا باندی سے مگر گرد تو چھٹ جاتی ہے

☆☆☆

غزل(باصر زیدی)

مجھ کو راہِ وفا میں گنوا دیجئے
زہر ہاتھوں سے اپنے پِلا دیجئے

ہم کو تسلیم ہر فیصلہ آپ کا
جیسی دل میں ہو ویسی سزا دیجئے

رات فٹ پاتھ پر کوئی بُھوکا مَرا
حاکمِ شہر کو یہ بتا دیجئے

کَٹ سکیں چَین کی چند گھڑیاں جہاں
اُس شہر کا بھی رستہ دِکھا دیجئے

بے سرو پا کہانی سُنی آج تک
اب تو حرفِ تسلّی ذرا دیجئے

آپ کی بات سے جو کروں اختلاف
بدزبانی کی تُہمت لگا دیجئے

ظُلمتِ شب مِٹانے کو بآصِر میاں
اپنے حِصّے کی شمع جلا دیجئے

☆☆☆

مدیرہ:

غزل(ارشد معراج)

ورائے نظر میں کہیں ہوں نہیں ہوں
گماں ، واہمہ ہوں ، یقیں ہوں ، نہیں ہوں

مرے ہونے پہ اتنا اصرار کیوں ہے
کہا ہے نا میں نے نہیں ہوں نہیں ہوں

وجود اک عدم ہے حیات اک تسلسل
میں اپنے بدن میں مکیں ہوں نہیں ہوں

تاحد نظر آسماں جھک رہا ہے
تاحد نظر میں زمیں ہوں نہیں ہوں

میں کوئی کہاں ہوں تمہیں اس سے مطلب
میں پل بھر کہیں ہوں یہیں ہوں نہیں ہوں

☆☆☆

غزل (امین اوڈیرائی)

کیا تجھ سے کہوں حال سنایا نہیں جاتا
اب مجھ سے ترا ہجر اٹھایا نہیں جاتا

جس دن سے تری آنکھ سے اک اشک ِگرا ہے
چاہوں بھی تو اب خود کو ہنسایا نہیں جاتا

اس شہر تمنا میں کسی موڑ پہ اک دن
مل جاتا ہے یہ درد کمایا نہیں جاتا

جس لمحے کہا تم نے مجھے کون ہو صاحب؟
وہ لمحہ کسی طور بُھلایا نہیں جاتا

اک عمر ترے ساتھ گزاری ہے کہ پھر بھی
اے دشت! تجھے اپنا بنایا نہیں جاتا

اس واسطے میں نے یہ قلم توڑ دیا ہے
اب اور لہو دل کا بہایا نہیں جاتا

کیوں سر پہ امین اپنے اٹھاتے ہو شب وروز
جب قرض وفاؤں کا چُکایا نہیں جاتا

☆☆☆

ی

مدیرہ:

غزل (اشفاق رانا)

پیچ مدت سے جو چٹان میں تھے
جانے وہ کون سے گمان میں تھے

مجھ سے تھوڑی ہی فاصلے پہ تھا وہ
پر بہت لوگ درمیان میں تھے

تیری خاطر زمین پر اترے
ورنہ ہم صرف آسمان میں تھے

ہم کو چھینا گیا ، ہے رنج مگر
دکھ ہے اس کا تری امان میں تھے

ہاتھ باندھے کھڑے تھے ہم تو حضور
آپ اس وقت اور دھیان میں تھے

☆☆☆

مدیرہ:

غزل(اکرم عزم)

اس آخری جفا کا شکوہ نہ کر سکے ہم
شاید نہ تھا وفا کا سلسلہ بھی کچھ کم

دیوارِ جاں پہ اس کی تصویر تو بنا لوں
اے دل کے آسماں تو اک لمحے کو ذرا تھم

اک تو نہیں تو کیا ہے یہ حوصلہ ہے پھر بھی
شاید ہمارے غم میں یہ رات ہی ہو پر نم

تارے کے ٹوٹنے سے آنسو کے سوکھنے تک
بے چین سی رہی ہے شب بھر گلوں پہ شبنم

پروانے بن کے یادیں پھر سے نہ آ جگائیں
اس واسطے کیا ہے دل کا چراغ مدھم

☆☆☆

نظم (سردار محمد شمیم)

شام کا وقت ہے! خورشید پہ چھائی ہے قضا
جیسے ڈھل جائے ہے تیزاب میں تانبے کی انا
زرد پیڑوں کے زمیں گیر سیہ سائے پر
اک خزاں خیز خُنک خوف ہے دِل تا بہ جِگَر
سرد جھونکوں سے وہ گرتے ہوئے پتّوں کا فسوں
جیسے پروانے کا ہو شمع پہ قربان جنوں
اور میں، محوِ غمِ دوش سرِ شام ادھر
تا بہ دل اشک ہوں فردا کی زیاں کاری پر
وقت کی ریت کو افسوس کی مُٹھّی میں لیے
رحلتِ حال کے صدمے کو گُلو گیر کیے
مُنتظر درد کے زنداں میں ہوں کب سے بیٹھا
گام دو گام ہی شاید ہے سفر منزل کا
جانے کس لمحے کسی برگِ خزاں کی صورت
وقت کی شاخ سے ہو جاؤں اچانک رخصت

☆☆☆

مدیرہ:
دعا علی

غزل (شگفتہ نعیم ہاشمی)

اپنی نظروں کو ہٹا لیجیے، سب دیکھتے ہیں
گو عقیدت ہے مگر لوگ یہ کب دیکھتے ہیں

ہجر کی رات مناجات میں رو کر گزری
رنگ کیا لائیں مناجات یہ اب دیکھتے ہیں

یوں بظاہر تو ملاقات کا امکان نہیں
بن ہی جائے گا کبھی کوئی سبب دیکھتے ہیں

ہم نہ تیار کبھی ترک انا پر ہوں گے
کتنا لاچار کرے گی یہ طلب دیکھتے ہیں

کل ملاقات کا وعدہ ہے مگر کیا معلوم
کیسے کٹتی ہے یہ بے چینیِ شب دیکھتے ہیں

وقتِ رخصت وہ ہمیں دیکھنا ان کا جیسے
آخری ایک نظر جان بہ لب دیکھتے ہیں

آخری ،سانس کی جھنکار کی کب ٹوٹے تان
کب تلک جوش میں ہے بزم طرب دیکھتے ہیں

ان کی خاموشی میں کیا شور چھپا ہے آخر
چپ کے سینے میں دبا ہے جو غضب دیکھتے ہیں

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (ڈاکٹر محمد الیاس عاجز)

اپنے گھر کے در و دیوار مجھے کاٹتے ہیں
جیسے اب اجنبی سا مجھ کو وہ بھی مانتے ہیں

خود ہی کرنا ہے رفو چاکِ گریباں اپنا
لوگ اک دوسرے کا درد کہاں بانٹتے ہیں

میں تو گُمنام تھا اس شہرِ محبت میں کبھی
لوگ اب تیرے حوالے سے مجھے جانتے ہیں

میرے دشمن نہ کبھی میرے مقابل آئے
یہ مرے اپنے ہیں جو مجھ پہ کماں تانتے ہیں

مرنے والا تھا بہت نیک خُدا خیر کرے
جیتے جی اتنی سی ہم بات کہاں مانتے ہیں

وہ بظاہر ہیں مجھے چھوڑ کے خوش باش بہت
دل میں کیا رنج ہے یہ بات کہاں مانتے ہیں

جن سے اس دل کا تعلق بھی نہیں ہے عاجز
میری آنکھوں سے مرا حال بھی پہچانتے ہیں

☆☆☆

مدیرہ:

غزل(فوزیہ اختر ازکیٰ)

عشق کے درد کو چہرے پہ نمایاں نہ کرو
یار کے واسطے رسوائی کا ساماں نہ کرو

دل کی ناقدری پہ آنسو نہ بہاؤ آنکھو
میری بے لوث محبت کو پشیماں نہ کرو

جا چکے ہو مری دنیا سے تو اتنا کر دو
آ کے ہر وقت تصور میں پریشاں نہ کرو

پہلے تو زخم دیا اب نہ لگاؤ مرہم
مجھ پہ اتنی بھی عنایات مری جاں نہ کرو

بھول کر تم کو وہ غیروں میں مگن ہے خوش ہے
انتظار اس کا عبث ہے، دلِ ناداں نہ کرو

بھیک تم اس سے محبت کی نہ مانگو ازکیٰ
اک ستم گر کے لئے خود کو یوں ارزاں نہ کرو

☆☆☆

مدیرہ:

غزل(ثاقب سیال)

بہاروں کی حسیں رت میں خزائیں مار دیتی ہیں
بنا برسے گزرتی سب گھٹائیں مار دیتی ہیں

یہ مانا کہ رلاتی ہے محبت بھی بڑا لیکن
خدا شاہد ہے اپنوں کی انائیں مار دیتی ہیں

امیر شہر کے جرموں پہ ڈالیں پردہ خود منصف
یہاں مفلس کو ناکردہ سزائیں مار دیتی ہیں

میں کر دیتا ہوں نذر خاک دشمن کے سبھی حربے
مگر اپنے ہی یاروں کی وفائیں مار دیتی ہیں

بشر دنیا کے سہتا ہے ستم سارے شجاعت سے
جہاں سے کوچ کرتی ہیں تو مائیں مار دیتی ہیں

یوں ہر موسم میں ڈستی ہیں تری یادیں مگر دلبر
دسمبر کے مہینے کی ہوائیں مار دیتی ہیں

☆☆☆

مدیرہ:

غزل(عامر معان)

کبھی تو ایسا بھی کوئی کمال کر خنجر
کسی پہ چلنے سے پہلے سوال کر خنجر

تو یار ہے تو تجھے وار میں سہولت ہو
کہو تو سامنے رکھ دوں نکال کر خنجر

کسی کی آنکھ کا تارا بنا ہے تیرا شکار
لہو ٹپکنے سے پہلے ملال کر خنجر

خیال کرنا کہ اس دل میں تو ہی بستا ہے
اے یار مجھ پہ چلا کچھ سنبھال کر خنجر

تو جس کے ہاتھ ہے اس کو سکون مل جائے
مرے بدن پہ تو اتنا دھمال کر خنجر

وفا کا نام و نشاں بھی زمیں سے مٹ جائے
زمیں پہ اتنا نہ جم کر وبال کر خنجر

کسی کی یادوں کو اس جسم سے جدا کر دے
تو میرے حال پر کچھ تو خیال کر خنجر

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (امجد خان تجوانہ)

میرے دن سے مری رات سے منسلک تو ہے
یوں میری ہر بات سے منسلک

تم مجھے چاک پر ہی گھماتے رہو
میں رہوں گا ترے ہات سے منسلک

ان کو ہوتا عطا ہے سبھی کچھ یہاں
جو بھی ہوتے ہیں سادات سے منسلک

ہم نے اپنا یہ دکھ درد اب تو میاں
کر لیا ہے تری ذات سے منسلک

دوستو مجھ پہ احسان بھی آپ کے
اور بہتان بھی ذات سے منسلک

پھر یہ دنیا بھی جنت سی لگنے لگے
ذات جب ہو کسی ذات سے منسلک

عشق جب ہجر کے راستے پر چلے
آنکھ ہوتی ہے برسات سے منسلک

پھیر لی آنکھ میرے ہی احباب نے
جب ہوا اپنے حالات سے منسلک

☆☆☆

مدیرہ:

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

غزل (فرزانہ ساجد)

کچھ دوستوں سے آس لگائے ہوئے ہیں ہم
لو پھر کسی فریب میں آئے ہوئے ہیں ہم

ایسے نہ منہ کو موڑ، ذرا دیکھ زندگی
پلکوں پہ کتنے خواب سجائے ہوئے ہیں ہم

دیکھو تو ایک بار دریچے کو کھول کر
سوچو تو کتنی دور سے آئے ہوئے ہیں ہم

احسان تو کیا تھا ، جتایا تھا کس لیے ؟
اب تک وہ بوجھ سر پہ اٹھائے ہوئے ہیں ہم

رسمِ وفا نبھانے کا وعدہ تھا، دیکھ لو
اب تک وہ ایک رسم نبھائے ہوئے ہیں ہم

☆☆☆

مدیرہ:

زین العابدین مخلص

بھری دنیا میں جس کا کوئی بھی ہمدم نہیں ہوتا
اسے رشتے بچھڑنے کا کوئی بھی غم نہیں ہوتا

اسے کہنا کہ لوگوں سے تعلق اچھا رکھے اب
بتانا یہ بھی ہر پوشاک میں تو بم نہیں ہوتا

جسے دیکھو محبت سے نظر آتے ہیں نالاں سب
جسے یہ روگ لگ جائے پھر اس میں دم نہیں ہوتا

کہا تھا نا! بچھڑ کر مجھ سے تو بھی ٹوٹ جائے گی
تری زلفوں میں اب تو پہلا سا وہ خم نہیں ہوتا

میں ان نظروں سے گھائل ہوں مگر کچھ کر نہیں سکتا
مرے جذبوں کے قاتل کو مگر کچھ غم نہیں ہوتا

حسیں پلکوں کی تیزی جس کسی کو کاٹ لیتی ہے
اسی کے زخم کا پھر کوئی بھی مرہم نہیں ہوتا

☆☆☆

تابش رامپوری ممبئی

میں نے کہا تھا دھوپ وہ سورج نگل گیا
بادل مرے خیال سے آگے نکل گیا

چاہت بھی اک عجیب کرشمہ ہے آن جناب
چھوا جو ہم نے پیار سے پتھر پگھل گیا

دل کا چمن ہے کھل اٹھا چہرے کے رنگ سے
ہنس کر جو ہم نے دیکھا تو منظر بدل گیا

اک دوست, دوستوں کے ارادوں کو بھانپ کر
اچھا ہوا کہ وقت سے پہلے سنبھل گیا

قسمت کا کھیل تھا یا مقدر کی بات تھی
کھوٹا تھا گرچہ سکہ مگر سکہ چل گیا

دیدار اس کا ہو گیا بس اتفاق سے
لیکن اس اتفاق سے دل ہی مچل گیا

آنگن میں اک چراغ کے جلنے کی دیر تھی
تابش کے اس چراغ سے ایوان جل گیا

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (آفتاب خان)

وفورِ دل سے بپا کر رہا ہوں شامِ غزل
کہ اہلِ ذوق ہی کرتے ہیں اہتمامِ غزل

اگر نہیں ہے تمہیں فہم شعر گوئی کا
تو شاعری نہ خدارا کرو بنامِ غزل

جنہیں سخن سے ذرا سی بھی آشنائی ہو
ضرور اُن پہ تو واجب ہے احترامِ غزل

جنہیں شعور ملا شعر کے تقدّس کا
بنے ہوئے ہیں وہی لوگ اب غلامِ غزل

سرور و کیف بھرا جس کو لطف مل نہ سکا
اُسی نے نوش کیا میرے ہاتھوں جامِ غزل

ہے جس میں دردِ زمانہ بھی، حسن و عشق بھی ہے
اثر کرے گا ہر اک دل پہ وہ کلامِ غزل

جو آفتابِ غزل کا اُسے خطاب ملا
تو آفتاب ہی کہلائے گا امامِ غزل

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (ارشد محمود ارشد)

سرد لہجے کی شکایت نہیں کرنی مجھ کو
خونی رشتے سے عداوت نہیں کرنی مجھ کو

بھیگی پلکوں نے مرے دل کی کہانی کہہ دی
اب کوئی اور وضاحت نہیں کرنی مجھ کو

مجھ کو دو طرفہ محبت کا قرینہ نہ سکھا
پیار کرنا ہے ، تجارت نہیں کرنی مجھ کو

اُس نے اک نام کے صدقے میں خدائی دے دی
وہ جو کہتا تھا سخاوت نہیں کرنی مجھ کو

کچھ تو شمشیر زنی کا بھی بھرم رکھنا ہے
اب کے دشمن سے رعایت نہیں کرنی مجھ کو

شاہ زادی ! میں تجھے خواب دیکھاؤں کیسے
جب قبیلے سے بغاوت نہیں کرنی مجھ کو

جن کو آتا نہیں وعدوں کو نبھانا ارشدؔ
ایسے لوگوں کی وکالت نہیں کرنی مجھ کو

☆☆☆

مدیرہ:

غزل(اختر چیمہ)

تیری معصوم اداؤں پہ مرا کرتا تھا
ٹوٹ کر عشق کبھی تجھ سے کیا کرتا تھا

جستجو تتلیوں کی مجھ کو رہا کرتی تھی
نت نئے پھول کتابوں میں رکھا کرتا تھا

اس زمانے میں تھا اتنا تری چاہت کا خمار
میں بہت اونچی ہواؤں میں اڑا کرتا تھا

اس قدر ہوشربا تھا ترے پیکر کا جمال
میں تجھے لاڈ سے مس ورلڈ کہا کرتا تھا

یاد آتی تو کبھی شوخ جوانی ہو گی
ایک لڑکا تری آنکھوں پہ مرا کرتا تھا

کتنی رہتی تھی تروتازہ طبیعت اپنی
کال پر بات وہ جس روز کیا کرتا تھا

خوب بن ٹھن کے نکلتا تھا میں گھر سے اختر
جب گزر کوچہء جاناں سے ہوا کرتا تھا

☆☆☆

مدیرہ:

غزل(سید نوید جعفری)

میں راہِ محبت کا اک ادنٰی سا دیا ہوں
منہ زور ہواؤں کے مقابل میں کھڑا ہوں
اک درد کا لہجہ ہوں میں گنبد کی صدا ہوں
تنہائی کے صحراء میں کسے ڈھونڈ رہا ہوں
ظلمت زدہ راتوں کو کوئی چاند عطا کر
پلکوں پہ ستارے لئے مصروفِ دعا ہوں

یہ کیسا سفر ہے کہ جو کٹتا ہی نہیں ہے
چلنا ہی مقدر ہے تو کیا سوچ رہا ہوں
بارش تھی وہ یادوں کی یا آنکھوں کی نمی تھی
کاغذ کی طرح بھیگ کے میں سوچ رہا ہوں
کیا چاند فلک سے کبھی اُترا ہے زمیں پر ؟
میں تو کسی بچے کی طرح ضد پہ اڑا ہوں
سایہ ہے کسی زلفِ خُنک ساز کا مجھ پر
صحرا میں نوید اس لئے آسودہ رہا ہوں

☆☆☆

غزل (ابراہیم شوبی)

تیرے دل سے اُتر ہی جاتا ہوں
ایسا کرتا ہوں مر ہی جاتا ہوں

میں بھٹکتا نہیں کبھی رستہ
شام ہوتی ہے گھر ہی جاتا ہوں

کرچیاں آپ سے نہ سنبھلیں گی
ٹوٹتا ہوں بکھر ہی جاتا ہوں

دیکھتا اب نہیں میں اُس در کو
اُس گلی سے گزر ہی جاتا ہوں

جس کو پایا نہیں، اُسے کھو دوں
سوچتا ہوں تو ڈر ہی جاتا ہوں

لاکھ خود کو سمیٹ لوں لیکن
ٹوٹتا ہوں بکھر ہی جاتا ہوں

روگ دل کا نہیں ہوں میں شوبی
زخم ہوں اور بھر ہی جاتا ہوں

☆☆☆

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

غزل (عاطف کمال رانا)

اب کہاں کوئی تعلق آنکھ اور پانی کے بیچ
سوکھ جاتا ہے سمندر بھی پریشانی کے بیچ

کس نے مہکایا ہوا ہے مجھ گلِ بے رنگ کو
کون میٹھا بھر گیا ہے اس نمکدانی کے بیچ

ایک دن تو میں نے اپنی انگلیاں بھی کاٹ لیں
ایسا نشہ ہو گیا تھا چاک دامانی کے بیچ

کوئی دشمن ہی نہیں جب مجلسِ احباب میں
سانپ کیوں بل کھا رہا ہے رات کی رانی کے بیچ

ناگہاں وہ آئینے چمکے کہ شہرِ حسن میں
لوگ اندھے ہو گئے بازارِ عریانی کے بیچ

پہلے یہ منظر نظر آتا تھا مجھ کو دور سے
اب میں خود موجود ہوں منہ زور طغیانی کے بیچ

رات کیا جوتے پہن کر آگئی ہے دھوپ کے
دن نکل آیا ہے اس جنگل کی ویرانی کے بیچ

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (نیّر صدیقی)

ہمیں سرگوشیوں نے اس طرح رسوا کیا ہو گا
کسی سے کہہ دیا ہو گا کسی سے سُن لیا ہو گا

وہ میرا دوست جب مجھ کو نظر انداز کر بیٹھا
بھری محفل میں سوچو اور کیا اس سے بُرا ہو گا

کسی بھی حال میں اُمید کا دامن نہیں چھوڑا
کوئی دیکھے نہ دیکھے پر خُدا تو دیکھتا ہو گا

وہ دیوانہ جسے تم نے اُٹھایا اپنی چوکھٹ سے
وہ لوگوں کی نگاہوں میں تماشا بن گیا ہو گا

ہمیں پورا یقیں ہے اپنے یاروں کی نوازش پر
ہمارا عشق بھی اب تک فسانہ بن گیا ہو گا

کبھی رُخ سے ہٹا لینا کبھی رُخ پر گِرا لینا
تری زلفوں سے کچھ دستِ صبا یوں کھیلتا ہو گا

یقیناً میں اکیلا ہی نہیں ہوں منتظر اُس کا
کوئی تو راستہ میرا بھی نیّر دیکھتا ہو گا

مدیرہ:

غزل (میاں وقار السلام)

مہانے زخم کے ایسے کبھی سل ہی نہیں سکتے
سنو وحشت کے مارے پھول تو کِھل ہی نہیں سکتے

حصارِ ذات نے قیدی بنا کر رکھ دیا ان کو
لگا ہے پہلو سے پہلو مگر مل ہی نہیں سکتے

نیا شاعر ہوں میں آداب محفل سے نہیں واقف
مرے اشعار تیری بحر سے مل ہی نہیں سکتے

حقارت کی نظر مٹی کی جانب غیر مستحسن
بلا کیچڑ کنول جاناں کبھی کھل ہی نہیں سکتے

مزاجِ من شریفانہ مزاجِ تو حریصانہ
اماں مشرق و مغرب ایک جا مل ہی نہیں سکتے

☆☆☆

مدیرہ:

غزل(نصرت یاب نصرت)

کہتا رہا وہ مجھ سے کہانی تمام شُد
مِہر و وفا کی دوست، روانی تمام شُد

بچپن گیا ہمیں یہ جوانی ملی حسین
پِیری ملی تو ساری جوانی تمام شُد

رکھی ہوئی تھی وہ جو کلی اک کتاب میں
ایسی ہَوا چلی وہ نشانی تمام شُد

مٹی کے اس بدن سے نکل جائے جب یہ روح
پھر زندگی کے یاور معانی تمام شُد

یہ آرٹی فِشَل کا زمانہ ہے دوستو!
ٹیکنالوجی تھی جتنی پرانی تمام شُد

جب سے خِرد کی دل سے لڑائی ہوئی ہے ناں!
دل کی ہوئی ہے طُرفہ بیانی تمام شُد

نصرت ہُوا ہے جب سے تجھے عشق کا جنون
حشّاش زندگی تھی سہانی، تمام شُد

مدیرہ:

غزل(انور زیب انور)

لمحہ لمحہ ہر گھڑی ہے عاشقی
آزمائش بھی کڑی ہے عاشقی

جس طرف سے جایئے ان کی گلی
سارے رستوں میں کھڑی ہے عاشقی

اب تو کوئی کام بھی ہوتا نہیں
جب سے پاؤں میں پڑی ہے عاشقی

میں گرفتارِ وفا ہوں، قید ہوں
گویا کوئی ہتھکڑی ہے عاشقی

خوشبو ہیں یہ چار سو پھیلی ہوئی
اور پھولوں کی لڑی ہے عاشقی

اب وہ مجنوں ہیں وہی فرہاد ہیں
ناک پر جن کے لڑی ہے عاشقی

زیب دیوانوں کا ہے جمِ غفیر
اس علاقے میں بڑی ہے عاشقی

☆☆☆

مدیرہ:

غزل(بابر الیاس)

تجھ سے ملنے کی بھی اب کیا میں تمنا نہ کروں
اچھا میں جینے کا اے جان تقاضا نہ کروں

تم نے تو سوچ لیا ہے کہ بچھڑنا ہے مگر
ہائے ہائے میں کبھی خواب میں ایسا نہ کروں

میں محبت کے سمندر میں نہانے لگا ہوں
میں ندی جھرنے بھلا کس طرح دریا نہ کروں

تیری معصوم ادا دیکھ کے یہ لگتا ہے
میں ابھی تجھ کو محبت سے شناسا نہ کروں

تم مری سوچ کا محور ہو تخیل کا جمال
زندگی ہو تو بھلا کیوں تجھے سوچا نہ کروں

مجھ کو ازبر ہے مری جان محبت کا سبق
کیوں درختوں پہ ترے نام کو لکھا نہ کروں

کون بھگتے گا بھلا ہجر کے دوزخ کا عذاب
میں تو بابر کسی بت کی کبھی پوجا نہ کروں

☆☆☆

مدیرہ:
دعا علی

غزل (شہاب اللہ شہاب)

ہے سفر ایسا پلٹنے کا کوئی امکاں نہیں
گرد ہی باقی ہے آنکھوں میں کوئی ساماں نہیں

نام میرا یاد جو تم کو نہیں تو کیا ہوا
ایسی چیزیں بھول جانے میں کوئی نقصاں نہیں

کیسے اندازہ کروں میں شدتِ غم کا کہ جب
دل میں جو برپا ہوا وہ آنکھ میں طوفاں نہیں

دیکھ کر آیا ہوں سب کو مسجد و مندر میں اب
ہیں سبھی دھنوان ہی ان میں کوئی یزداں نہیں

اپنے دل میں گھوم کر صحرا کا اندازہ ہوا
گھر جو ہے مجنوں کا وہ بھی اس قدر ویراں نہیں

ساتھ لے چل تو مجھے کہ راستہ ہے پر خطر
اے غمِ دوراں جو تیرے پاس کچھ ساماں نہیں

لب مرے زخمی ہیں آکر دیکھ سکتے ہو شہاب
بوسے لینا یوں کسی پتھر کے تو آساں نہیں

☆☆☆

غزل(ثقلین جعفری)

کس لیے تو دہائی دیتا ہے
صاف سب کچھ سنائی دیتا ہے

دل سے میرے اتر گیا ہے تو
آنکھ میں کیوں دکھائی دیتا ہے

میں نے رکھا تھا دوستی کا بھرم
اس نے سمجھا صفائی دیتا ہے

جا کوئی اور گھر تلاش تو کر
ہم کو سب کچھ سجھائی دیتا ہے

سب کو ثقلین دل میں رکھتے ہیں
ایک عالم رسائی دیتا ہے

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (غلام منور)

جب بھی ہم آ کھڑے ہوئے محراب میں
اک جنوں آگیا سارے احباب میں

شب کو چھت پر جوں جوں کھولے وہ زلف کو
تاب بڑھتا ہی جائے ہے مہتاب میں

جن کے ہونٹوں پہ شوخی ہوا کرتی تھی
اب تو وہ گفتگو کرتے ہیں تاب میں

وہ بھی تصویر دھندلی ہوئی جاتی ہے
جو بنائے تھے تصویر ہم خواب میں

میں کھڑا تکتا ہی رہتا ہوں ان کو اب
نقش ان کا نظر آئے ہے آب میں

دل لے کر چھوڑ آئے منوؔر کو تم
دل بھی تھا مشتمل ان کے ہی باب میں

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (بنیامین مضطربؔ)

عجب دن تھے سخن کا اک جہاں تھا میں
سنو جاناں غزل تھی تم زباں تھا میں

یہ پاگل دل سدا دیتا ہے تم بن اب
کبھی جاناں مکیں تھے تم مکاں تھا میں

مرے مالک ازل سے ہے ابد تک تو
حقیقت ہے یقیں ہے تو گماں تھا میں

نشاں تک بھی نہیں ملتا مجھے میرا
بتا مجھ کو ترے دل میں کہاں تھا میں

ملوں گا منتظر تم کو وہیں اب بھی
جہاں پر تم نے چھوڑا تھا، جہاں تھا میں

تمھارے بن میں موسم تھا اداسی کا
میں صحرا تھا، میں بنجر تھا ، خزاں تھا میں

یہ سچ ہے مضطربؔ جھگڑا انا کا تھا
کہ تیرے اور میرے درمیاں تھا میں

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (مدثرا اشتیاق)

اسیر تو انا کا اور مرا مزاج مختلف
ترا سماج مختلف مرا سماج مختلف

پتہ نہیں سما گیا میں کیسے اس سماج میں
اصولِ زندگی کو کھا گئے رواج مختلف

بساط زندگی میں شاہ تو ہے کوئی ایک ہی
سجا کے لوگ آئے ہیں سروں پے تاج مختلف

اناج تک غریب کی رہی نہیں ہے دسترس
حکام نے لگائے ہیں یہاں خراج مختلف

مرض غریب شہر کا تو ہے امیر شہر سا
کہیں ہے لاعلاج تو کہیں علاج مختلف

مفاد جب ہو روبرو زبان کی شکست ہے
جو بات کل تھی مختلف وہ بات آج مختلف

خلاف ظلم سی لئے ہیں لب یہاں کے لوگوں نے
اسی طرح سے کر رہے ہیں احتجاج مختلف

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (منور ظریف)

کس سوچ میں ڈوبے ہو چھلک جاؤ کسی رات
بس پیار جتاتے ہو بھڑک جاؤ کسی رات

چپکے سے چلے آؤ نہاں خانہ ءِ دل میں
دل تار کو چھیڑو یا دھڑک جاؤ کسی رات

اِس موج میں کچھ برسو کہ جل تھل ہی مچا دو
اے ابرِ گریزاں یوں ، کڑک جاؤ کسی رات

حسرت ہے یہی کب سے مرے گھر میں کبھی آؤ
خوش رنگ فضاؤں میں کھنک جاؤ کسی رات

اور شام سہانی میں دل دادہ و قربت
سر شاخہ ءِ خوشبوئی لچک جاؤ کسی رات

کوئی شبِ مہتابی حسِیں تاروں کی محفل میں
اُس چاند کو تم ملنے فلک جاؤ کسی رات

(☆☆☆)

مدیرہ:

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

آن لائن میگزین اینڈ بکس

غزل(ڈاکٹر انیس الرحمٰن)

مل جاتا ہے لمحوں میں
دیکھو جا کر سجدوں میں
ڈھونڈنے نکلے تھے اس کو
کھو گئے اس کے رستوں میں
جنگل صحر دریا بھی
شامل اس کے جلوؤں میں
ساتھ جو ہر پل رہتا ہے
وہ ہے میری سانسوں میں
گونج ہے اس کے نغموں کی
چشموں میں اور جھرنوں میں
نام کے اس کی برکت ہے
صبحوں میں اور شاموں میں

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (ایس قمر انجم در بھنگوی)

جس شوخ حسینہ پہ مرا دل یہ فدا ہے
افسوس اسے دیکھے ہوئے عرصہ ہوا ہے

اب دل کو تمنا نہیں کچھ جام و سبو کی
میخانہ مرے یار کی آنکھوں میں چھپا ہے

الفاظ کے پردے میں چھپا دینا ہر اک غم
محبوب کے در سے یہ ہنر مجھ کو ملا ہے

رکھتا ہے حفاظت سے وہ بچپن کی نشانی
کیسے میں کہوں مجھ کو وہ اب بھول چکا ہے

لکھا تھا پتہ خط میں مری جان جہاں کا
دیوانہ ترا کب سے اسی رہ پہ کھڑا ہے

کیوں شکوہ کرے اہلِ ستم سے یوں ستم کا
تقدیر میں انجم کے یہی جب کہ لکھا ہے

☆☆☆

مدیرہ:
دعا علی

آن لائن میگزین اینڈ بکس

غزل(اکمل حنیف)

مسائل حل نہیں ہوتے فقط "حل" بولنے سے
زباں میٹھی نہیں ہوتی کبھی پھل بولنے سے

ہوا ہے ایک یہ بھی فائدہ مجھ کو زباں کا
اداسی کم ہوئی میری مسلسل بولنے سے

بھرم جس شخص کا رکھا ہوا تھا خامشی نے
کُھلا وہ بد زباں مجھ پر مکمل، بولنے سے

ہوئے گمنام چپ رہ کر جہاں سب عقل والے
وہاں اک ہو گیا مشہور پاگل بولنے سے

بتا دیتے ہیں لہجے میں چھپی سب تلخیاں وہ
اُبھرتے ہیں ترے ماتھے پہ جو بل بولنے سے

بتایا نسخہ پُرکھوں نے کسی کو جانچنے کا
وہ افضل ہے لگے جو شخص افضل بولنے سے

مجھے بھی نام اپنا آج اچھا لگ رہا ہے
تمہارے بے تکلف "یار اکمل" بولنے سے

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (فہد اسیر)

ہتھیلی کی لکیروں کو ہتھیلی سے ملائے تو
میں تارے توڑ لاؤں گا اگر وہ لوٹ آئے تو
اسے کہنا محبت تھی محبت بھی بلا کی تھی
اسے کہنا اسی کا ہوں وہ اب بھی لوٹ آئے تو
کہا میں نے سناؤں گا میں اپنے غم تو رو دیں گے
مجھے دیکھا کہا اس نے اگر وہ مسکرائے تو

وہ کہتا تھا میں سایہ ہوں رہوں گا ساتھ تیرے میں
میں پاگل تھا جو نہ سمجھا کہ ڈھل جاتے ہیں سائے تو
محبت کرنے والوں کی ادائیں رب سے ملتی ہیں
یہ جلدی مان جاتے ہیں اگر کوئی منائے تو

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (ڈاکٹر شہباز زمبر رانجھا)

کیسے عشق نوائی کا یہ صلہ دے گی
دھرتی شوقِ شرافت کو بھی مٹا دے گی

میرے شعر پہ باتیں کرتے رہیں شاعر
کچھ تنقید ضروری ہے جو عطا دے گی

مجھ کو بھی اسی بستی پر تو بھروسہ ہے
جب دستار پھٹی اک اور بنا دے گی

میرے یار اٹھائیں اب کے نوائے حق
مرتی قوم فصیلوں کو بھی گرا دے گی

میں تیرے ہی مدینہ میں جو رہا مرشد
تو کوفہ کی خدائی سچ کو بھلا دے گی

مت اسباب پہ رونا آج مرے یارو
کچھ مغرور ہے دنیا بھوک بڑھا دے گی

تم بھی شور کرو مت، جان سے جاؤ گے
امبر بھیڑ کہیں پر تجھ کو سزا دے گی

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (ثمینہ کشش)

شمع جیسے رات بھر جلتی ہے پروانوں کے ساتھ
تم بھی دیوانے ہوئے جاتے ہو دیوانوں کے ساتھ

جام و مے کا لو مزہ ہم جیسے مستانوں کے ساتھ
آؤ چھلکا کر پئیں پیمانہ پیمانوں کے ساتھ.

یہ تری مرضی ہے اب جانا تجھے کس سمت ہے
بت کدہ دیر و حرم بھی تو ہیں میخانوں کے ساتھ

انگلیاں دیکھو چیخ کے جائیں نا ان کی طرف
خار بھی تو ہیں وہیں موجود گلدانوں کے ساتھ

خوف کھاتے ہیں جہاں سارے بھٹکنے سے کشش
ہم نے اکثر دل لگایا ان ہی ویرانوں کے ساتھ

☆☆☆

مدیرہ:

غزل (اشفاق احمد صائم)

بہت سے لوگ ہیں مُجھ سے خسارہ پوچھنے والے
تمہارا نام نا لے کر تمہارا پوچھنے والے

تِرے ترکِ تعلق نے بہت سے لوگ چھینے ہیں
تِری نِسبت سے آتے تھے ہمارا پوچھنے والے

بتاؤ کیا کہوں اُن کو سبب کیا ہے جدائی کا ؟
مِرے در پر کھڑے ہیں وہ دوبارہ پوچھنے والے

تِرے ہونے سے دیواریں بھی مجھ کو تھام رکھتی تھیں
گِرانے کو کھڑے ہیں اب سہارا پوچھنے والے

یہ کھڑکی اب نہیں کُھلتی مکیں جانے کہاں گم ہیں
قمر کو چاہنے والے ، ستارہ پوچھنے والے

بتانا یہ بھی تھا اُن کو بَھنور ہے اُس کنارے پر
سنا ہے مر گئے سارے کِنارہ پوچھنے والے

بلا کا ضبط ہے مجھ میں مگر کتنا کروں آخر
کہیں سے لوٹ آئیں وہ خدارا پوچھنے والے

☆☆☆

مدیرہ:
دعا علی